The Journal of Arts, Sociology and Humanities

JASH, Vol. 4 No. 1 (2026). Homepage: https://thejash.org.pk/index.php/jash

تبصرہ کتب

حامد علی سید کا شعری مجموعہ "ریگزار میں دریا"

افتخار خانزادہ*

شاعر کا تعارف۔

حامد علی سید شہرِکراچی کے ادبی منظر نامے پر چھائی ہوئی ایک نابغہ روزگار شخصیت ہیں۔وہ لیاقت آباد کراچی میں 3 اکتوبر 1953ء کو پیدا ہوئے ۔ پاکستان پوسٹل سروسز سے ریٹائرڈ اور بہت سی ادبی تنظیموں میں کلیدی عہدوں پر فائز ہیں۔پانچ شعری مجموعے بشمول حمدو نعت اور سلام و منقبت انہوں نےدورِ حاضر کے ادبی سرمائے کو مہیا کیے۔ پاکستان کی درجنوں ادبی تنظیموں سے وابستگی ان کے ادبی قد کاٹھ کو مزید نمایاں کرتی ہے۔ حامد علی سید دورِ حاضر کا ایک منفرد اندازِ بیاں اور اسلوب کا شاعر ہے " نہ ستائش کی تمنا نہ صلے کی پرواہ "کے مصداق خاموشی اور تن دہی کے ساتھ ادب کی خدمت پر معمورہیں۔ انہیں غزل سے ایک خاص رغبت ہے جس کا والہانہ اظہار اُن کی غزلوں سے جھلکتا نظر آتاہے۔ غزل کے اشعار میں اُن کے لفظوں کی بُنت اور مشکل مضامین کو سہل اور خوبصورت انداز میں باندھنے کا فن حامد علی سید کو منفرد بناتا ہے۔ وہ غزلوں میں اپنے روز و شب کے مشاہدے کچھ اس انداز سے سمو رہے ہیں کہ ان کی غزلیں دورِ حاضر کے پسماندہ اور مسائل میں گھرے افراد کی نمائندہ آواز بن کر شہر کراچی کے کوچہ و بازار میں طواف کرتی سنائی دیتی ہے۔ دبلے پتلے خاموش طبع معصوم سے شاعر کی گرجدار با مقصد آواز شہرِ کراچی کی ادبی محافل اور مشاعروں میں سامعین کی توجہ کا مرکز بنی ہوئی ہے۔ یہ دبلا پتلا ،ڈھلتی عمر کاسادہ لوح شاعر باوجود ادبی منظر نامےپر نمایاں ہونے کےاپنی تخلیقات کے حوالے سے پردۂِ اخفا میں ہے۔ حامد علی سید کے پیشِ نظر عوامی اور معاشرتی مسائل ان کے خیالات کے سانچے میں ڈھل کرادبی سرمائے کاروپ دھار چکے ہیں اور احساس دلاتے ہیں کہ ان کی شاعری میں کوئی کرب کروٹیں بدل رہا ہے ۔ وہ جس انداز کا ادب تخلیق کر رہے ہیں وہ کھل کر عصرِ حاضر کے منظر نامے پر آنے کا متقاضی ہے۔

کتاب کا تعارف۔

ریگزار میں دریا حمد ،نعت و سلام کے علاوہ 140 غزلوں،8 ادھوری غزلوں، 50 نظموں 60 قطعات اور 24 متفرقات پر مشتمل کتاب ہے۔ صفحات کی تعداد256 ہے اور اسے الحمد پبلی کیشنز گلشنِ اقبال کراچی نے 2024 میں شائع کیا۔ ریگزار میں دریا حامد علی سید کا 2011 سے 2023 تک کا شعری اثاثہ ہے۔

*اردو ڈیپارٹمنٹ، جامعہ کراچی۔ ای میل: ifti407@gmail.com

حامد علی سید کی ادبی وابستگی۔

حامد علی سید پاکستان کی بہت سی ادبی تنظیموں کے نہ صرف فعال کارکن ہیں بلکہ بہت سی تنظیموں کےاہم عہدوں پر بھی فائز ہیں۔جن کی تفصیل درج ذیل ہے
:

ادبی تنظیم ” ڈائیلاگ" کراچی
انفارمیشن سیکریٹری" انجمن بہارِ ادب“ کراچی
جنرل سیکر یٹری " کراچی ٹیلنٹ سوسائی" کراچی
اساسی رکن حلقہ آہنگ نو اردو لٹریری ایسوسی ایشن (پاکستان)
اساسی رکن "بزم شمیم ادب (پاکستان)
زونل چیف کراچی، کتاب کمیٹی
کتاب تحریک (لاہور)
سابق مدیرسہ ماہی" نیرنگ جہاں " کراچی
سابق مدیر "دکن ڈائری" کراچی
مرتب خبر نامہ انجمن ترقی پسند مصنفین کراچی
سابق نائب مدیر سہ ماہی "خیال" کراچی
سابق نائب مدیر ادب انٹرنیشنل کراچی
موجودہ سیکریٹری اطلاعات انجمن ترقی پسند مصنفین، کراچی
نائب صدر بزم باغ ادب کراچی

حامد علی سید کا شعری ادبی سرمایہ۔

1- ابھرتا ڈوبتا سورج (شعری مجموعہ، 1996)
2- شکستہ آئینہ خانے (شعری مجموعہ، 2010)
3- روشنی کو چراغ لکھا ہے (حمد و نعت،سلام و منقبت، جنوری 1018)
4- محراب (حم نعت ، 2022)
5- ریگزار میں دریا (شعری مجموعہ، دسمبر 2024)

ریگزار میں دریا "کی غزلیں۔"

کتاب میں غزلوں کی تعداد 140 ہے البتہ8 ادھوری غزلوں کو بھی انہوں نے کتاب کا حصہ بنایا ہے۔ ہر غزل شعری محاسن کے حوالے سے اپنی مثال آپ ہے ۔ یوں تو غزل کا مزاج عاشقانہ ہے جس میں عموماً گل و بلبل کے افسانے اور تخیلاتی مناظر کی بھر مار ہوتی ہے مگر حامد علی سید نے روز مرہ کے مسائل کو ہر غزل اور ہر ہر شعر کے لبادے میں لپیٹ کرکچھ اس انداز میں پیش کیا ہے کہ وہ عوامی نمائندے کی حیثیت اختیار کر گئے ہیں ۔ حامد علی سید نے غزلوں میں بہت ہی عمدہ اور دل کو چھو لینے والے مضامین باندھے ہیں ۔ ان کی غزلیں کسی بھی قسم کے تصنع اور بناوٹ سے مبرا ہیں۔ وہ ایک پُختہ کار شاعر ہیں جنہوں نے عشق ومحبت اور خیالی عناصر سے بالا تر ہو کر دورِ حاضر کے فرد کے مسائل کو اپنی غزلوں میں جگہ دی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ

کون رکھ دیتا ہے آکر مسئلے دہلیز پر
راستوں کے درمیاں دیوار بن جاتی ہے کیوں
وہ اپنی غزلوں کے خاموش اظہاریے پر کچھ اس طرح لب سرا ہیں ۔
جرم ہے سچ بولنا جن محفلوں میں آج کل
خامشی میری وہاں اظہار بن جاتی ہے کیوں

وہ حکمرانوں اور اربابِ اختیارکی جانبدار پالیسیوں اور معنی خیز کردار پر کچھ اس طرح اظہار کرتے ہیں کہ

وقت لاتا ہی نہیں پھر کسی بستی میں عذاب
جھانک لیتے جو طرحدار گریبانوں میں
مزید کہتے ہیں کہ
بے فکر ہو کے ٹیکس لگائے گئے یہاں
لکھے گئے عذاب ہمارے حساب میں

مختلف جہات کا احاطہ کرتی خوبصورت غزل

بجھ گیا خود بھی چراغوں کو بجھانے والا
دائم آباد رہا دیپ جلانے والا

کاش اک بار تو "ٹیرس" پہ دکھائی دیتا
دل کی دہلیز پہ وہ تیر چلانے والا

آج بھی خود سے میں ناراض ہوا بیٹھا ہوں
کوئی ہوتا مجھے اس وقت منانے والا

اب کسے جا کے بتاؤں میں ضعیفی کے عذاب
چھٹیوں پر ہے مری چائے بنانے والا

حد سے آگے نہ بڑھو فرشِ زمیں پر حامد
ہے سرِ عرش اک آئینہ دکھانے والا

حامد علی سید کا انداز بہت سادہ مگر معنی خیز ہے۔ان کی شاعری عصرِ حاضر کے تقاضوں کے عین مطابق ہے جو عمومی مسائل کا احاطہ کرتی اور دلوں کو گدگداتی ہے۔

کہا یہ کس نے اندھیروں سے ڈر گئے ہم لوگ
وہیں چراغ جلے ہیں جدھر گئے ہم لوگ

رفاقتوں میں تمھاری یہ معجزے بھی ہوئے
سنگھار تم نے کیا اور سنور گئے ہم لوگ

کوئی چراغ لیے منتظر تھا بستی میں
بڑھے جو شام کے سائے تو گھر گئے ہم لوگ

ہزار جبر و ستم تھے تیری گلی کی طرف
قدم قدم پہ تھی وحشت ،مگر گئے ہم لوگ

یہ فیصلہ بھی مرے دل نے خوش دلی سے کیا
تری نظر کے بھنور میں اُتر گئے ہم لوگ

اَٹے ہوئے تھے زمانے کی دھول میں حامد
کوئی قریب جو آیا نکھر گئے ہم لوگ

ریگزار میں دریا" کی نظمیں۔"

حامد علی سید کو نظم کہنے میں بھی خوب کمال حاحل ہے۔"کتاب ریگزار میں دریا" میں ان کی 50 منتخب نظمیں ہیں۔ اس میدان میں بھی وہ گل و بلبل کے افسانے سنانے کی بجائے عصری مسائل اور زمینی حقائق کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے نظم کہتے ہیں ۔کشمیر ،فلسطین ،ایک منظر کچی بستی کا ،قلم سہما ہوا ہے ،گزرتی ساعتوں کا آخری پیغام جیسے اچھوتے عنوانات اُن کے پسندیدہ مضامین ہیں ۔ وہ کہتے ہیں۔

میں اپنے عہد کولمحہ بہ لمحہ لکھ رہا ہوں
لب و رخسار کے قصے مرے عنواں نہیں ہیں
اگر چہ ہے ضروری تیرے لہجے کی کھنک بھی
تری خوش رنگ قامت کے نظارے
مگریاں مسئلے کچھ اور ہی لکھے ہوئے ہیں
مری مجبوریاں لکھی ہوئی ہیں
مرے ہمراہ ہیں کچھ لوگ میرے
میں ان کو ساتھ لے کر چل رہا ہوں
شجر کے سائے میں بھی جل رہا ہوں
سفر کرنا ہے مجھ کو
ریگزارِ دشتِ وحشت میں مسلسل
جہاں امکانِ ہمسایہ نہیں ہے
نظر میں دور تک سایہ نہیں ہے

حامد علی سید کے عنوانات وقت کی ضرورت کے مطابق ہیں ۔ وہ حالاتِ حاضرہ پر کڑی نظر رکھتے ہیں اور جو محسوس کرتے ہیں وہ اپنے خوبصورت لفظوں کے سانچے میں ڈھال کر زیبِ قرطاس کر دیتے ہیں۔ انہیں رشتوں سے بے حد انس ہے وہ نہ صرف ان رشتوں کی کمی کا بر ملا اظہار کرتے ہیں بلکہ رشتوں سے محبت اور عقیدت ان کے اشعار سے بے تحاشہ جھلکتی نظر آتی ہے جس میں ایک مایوس کی سی کیفیت کو بھی محسوس کیا جاسکتا ہے۔ اس حوالے سے ماں، بہن بھائی، زمین محور سے اپنے ہٹ رہی ہے ان کی نظمیہ شاعری کے عنوانات ہیں۔کسی انجانے کرب اور دوری کا دکھ ان کی نظموں میں سمٹا ہوا نظر آتا ہےجس کا اظہار وہ یوں کرتے ہیں۔

زمیں محور سے اپنے ہٹ رہی ہے
مجھے بھی ہے کسی کی اب ضرورت
کہ عمرِ رائیگاں ڈھلنے لگی
سُہانی شام بھی کھَلنے لگی ہے
مرے بچے ہیں لیکن وہ دیارِ غیر میں ہیں
بڑے سے گھر میں بیوی اور میں ہوں اکیلے
زندگی اب کٹ رہی ہے
ز میں محور سے اپنے ہٹ رہی ہے

ریگزار میں دریا" کے قطعات۔"

حامد علی سید نے کتاب میں60 قطعات اور 24 متفرقات کو جگا دی ہے ۔ ہر قطعے میں ایک مکمل عنوان کا احاطہ ان کی شاعری کا خاصہ ہے ۔قطعات میں ان کا نعتیہ انداز بہت خوب ہے مثلاً وہ کہتے ہیں کہ۔

قعرِ ذلت سے وہ ہر بار بچا لیتے ہیں
مجھ کو حامد کہیں رسوا نہیں ہونے دیتے
لوگ چاہتے ہیں کہ میں خاک بسر پھرتارہوں
لیکن آقامرے ایسا نہیں ہونے دیتے

اور ایسا بھی نہیں کہ انہوں نے صرف عوامی مسائل اور زندگی کو ہی موضوعِ سُخن بنا یا ہے بلکہ جہاں جمالیات پر ضرورت محسوس ہوئی انہوں نے اُس کا بھی حق ادا کر دیا۔

دل و نگاہ کو جو کر گیا شرار مرے
کَسے ہوئے سے بدن پر وہ ریشمی لباس
وہ خوش نصیب جسے مل گئی ہو بن مانگے
ترے بدن کی لطافت ترے لبوں کی مٹھاس

ریگزار میں دریا" کےمضامیں۔"

ریگزار میں دریا" میں جو مضامین باندھے گئے ہیں اُن کا تعلق زندگی سے ہے ، وہ زندگی کی " لطافتوں اور حقیقتوں کو آشکار کرتے پُر لطف شعری تذکرے ہیں جو آج کے عصری تقاضوں سے بھر پور ہیں ، جن کا اظہار کسی زیرک اور صاحبِ فہم ادبی شخصیت کے والہانہ اظہار کا مرہونِ منت

ہے۔کتاب میں بین الاقوامی مسائل، حالاتِ حاضرہ اور انسانی زندگی کے نجی مسائل کو بھرپور انداز میں ادبی لطافتوں کے پیرائے میں ملفوف کر کے پیش کیا گیا ہے۔ یہ وہ آفاقی مسائل ہیں جو ہر دور میں حل طلب رہے ہیں۔

ناقدین کی رائے

سلمان صدیقی کا کہنا ہے کہ ''حامد علی سید کی شاعری قدیم و جدید بلکہ نیم جدید عناصر کی آمیزش سے آراستہ ہے، ان کی شاعری میں تازہ کاری ہے، ان کے اشعار عصری تقاضوں سے ہم آہنگ ہیں، ان کے یہاں ابلاغ کے مسائل نہیں ہیں۔ صاف ستھری زبان استعمال کرتے ہوئے آسان لفظیات میں شاعری کی گئی ہے ، کراچی کے مسائل پر خصوصی توجہ دیتے ہیں، ان کے اشعار میں غنائیت اور پُرکاری موجود ہے، ان کی غزلوں میں زندگی رواں دواں ہے، ان کی نظمیں بھی زندگی سے مربوط ہیں۔ وہ ظلم کے خلاف اپنی آواز بلند کررہے ہیں۔''

کراچی کے معروف شاعر اختر سعیدی صاحب کا کہنا ہے کہ "حامد علی سیّد غزل کے شاعر ہیں، اِس لیے اُن کی بعض نظموں میں بھی غزلیہ کیفیت دَر آئی ہے۔ وہ چوں کہ جدید عہد میں سانس لے رہے ہیں، تو شاعری میں جدید طرزِ احساس بھی پایا جاتا ہے، لیکن اُنہوں نے ادب کی کلاسیکی روایت سے بھی اپنا رشتہ جوڑ رکھا ہے۔ اگرچہ ترقّی پسند نظریات رکھتے ہیں، لیکن شاعری''نعرہ بازی'' سے بہت دُور ہے "

ڈاکٹر فاطمہ حسن کہتی ہیں کہ(" ریگزار میں دریا" میں تکنیکی اعتبار سے مضبوط ان کی شاعری میں زمانہ حال کے مسائل اور دو لفظیات محسوس کی جاسکتی ہیں جو موجودہ عہد کی ہیں اور انہیں سلیقے سے استعمال کیا گیا ہے)

کب سے بیٹھا ہے کوئی ریلوے اسٹیشن پر
اور موجود نہیں ہاتھ ملانے والا

شجاع الزماں شاد نے ریگزار میں دریا کی تقریب رونمائی کے دوران ان خیالات کا اظہار کیا کہ ''حامد علی سید سادہ لوح انسان ہیں، تاہم وہ پختہ کار شاعر ہیں، ان کی شاعری میں خوش فکری، مثبت رویّے اور تعمیری افکار کی جھلک نظر آتی ہے لیکن کہیں کہیں وہ مزاحمتی شاعری بھی کرتے ہیں۔ ان کے اشعار اسلامی تہذیب و تمدن کے آئینہ دار ہیں۔ حامد علی سید ایک وسیع المطالعہ شاعر ہیں، ان کے یہاں زندگی کے سرد و گرم نظر آتے ہیں۔ وہ انتہائی کامیابی کے ساتھ ادبی سفر جاری رکھے ہوئے ہیں۔''

پروفیسر شاداب احسانی صاحب کہتے ہیں کہ " حامد علی سید کی کتابوں میں تمام شاعری سادہ الفاظ کے ساتھ مترنم بحروں میں موجود ہے۔ انہوں نے کسی کا لب و لہجہ نہیں چرایا بلکہ اپنا اسلوب خود تراشا ہے۔ وہ ایک زیرک انسان ہیں اور خوب سے خوب تر کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔ انہوں نے ایک ایسا شعری آمیزہ تیار کیا ہے جو ہر آدمی کو پسند آرہا ہے۔

پروفیسر رئیس زیدی کتاب کے حوالے سے کہتے ہیں کہ ''حامد علی سید جادو بیاں شاعر ہیں، ان کے یہاں جدید لفظیات اور جدید استعارے جلوہ گر ہیں، وہ ادب کے منظر نامے میں اپنی جگہ بنا چکے ہیں اور اپنے عہد کے تقاضوں کے مطابق اشعار کہہ رہے ہیں، وہ زمینی حقائق سے انحراف نہیں کررہے، ان کے موضوعات ہماری ضرورت ہیں، ہمیں ان سے سبق مل رہا ہے۔ ''

ماحصل۔
کتاب "ریگزار میں دریا" فنی اعتبار سے حامد علی سید کا ایک منفرد شاہکار شعری مجموعہ ہے۔جس میں تمام تر شعری محاسن کا بخوبی استعمال کیا گیا ہے۔، تکنیکی اعتبار سے ان کی شاعری بہت مضبوط ہے، ان کے ہاں عروضی خامیاں بھی نہیں ہیں اور قافیے بھی ردیفوں کے ساتھ چسپاں ہیں، ان کی کتاب شاعری کے مروج اصولوں پر پوری اترتی ہے، وہ اپنے وطن کی ترقی چاہتے ہیں جس کا اظہار ان کی نظموں ،غزلوں اور اشعار میں جابجا دکھائی دیتا ہے، ان کے قومی نغمات حب الوطنی کے مظہر ہیں۔‘‘
ریگزار میں دریا "کے مضامین ہمارے ذہنوں پر دستک دیتے ہیں ، ہر غزل ہر نظم اور قطعے میں " زندگی کے مضامین دکھائی دیتے ہیں ہیں جو ہمیں زندگی کے بہترین اصولوں سے آگاہی کی جانب راہنمائی کرتے ہیں۔کتاب کے سادہ اسلوب میں جدید رنگ اور سادہ کاری نظر آتی ہے، وہ مزاحمتی ادب سے بھی وابستہ ہیں۔کتاب اپنے اسلوب اور مضامین کے حوالے سے منظرِ عام پر آنے والے شعری سرمائے کی نسبت ہم عصرشعری تخلیقات میں ممتاز مقام رکھتی ہے۔‘‘